حدیث ۱۰۔ سنن دارقطنی	ابوالحسن علی بن عمر دارقطنی	(بالواسطہ)
" ۱۱۔ مشکوٰۃ المصابیح	محی السنہ ابو مسعود البغوی	(اصح المطابع، دہلی)
" ۱۲۔ زاد المعاد	حافظ شمس الدین ابن القیم الجوزیہ	(مکتبہ محمد علی صبیح واولادہ)
" ۱۳۔ نصب الرایہ لتخریج احادیث الہدایہ	جمال الدینؒ زیلعی	(برحاشیہ ہدایہ، رحیمیہ دیوبند)
" ۱۴۔ الجوہر النقی	ابن الترکمانیؒ	(دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد)
" ۱۵۔ الجامع الصغیر	حافظ جلال الدینؒ سیوطی	(دار الکتب العلمیہ طبعہ رابعہ)
" ۱۶۔ کنوز الحقائق	عبدالرؤف المناوی	(")
تفسیر ۱۷۔ احکام القرآن	ابوبکر الجصاصؒ الرازی	(بالواسطہ)
" ۱۸۔ مدارک التنزیل	ابوالبرکاتؒ عبداللہ احمد النسفی	(مطبوعہ برتفسیر "خازن" مصر سنہ ۱۲۸۷ھ)
" ۱۹۔ جامع احکام القرآن	ابوعبداللہ محمدؒ بن احمد القرطبی	(مطبوعہ قاہرہ سنہ ۱۳۸۷ھ)
" ۲۰۔ تفسیر القرآن العظیم (ابن کثیر)	حافظ عماد الدینؒ ابن کثیر	(دار احیاء الکتب العربیہ مصر)
" ۲۱۔ روح المعانی	شہابؒ الدین الآلوسی	(مکتبہ مصطفائیہ دیوبند)
" ۲۲۔ معارف القرآن	مولانا مفتی محمد شفیعؒ	(")
" ۲۳۔ تدبر قرآن	مولانا امین احسن اصلاحی	(دار الاشاعت الاسلامیہ لاہور)
فقہ ۲۴۔ سیر کبیر	امام محمدؒ بن الحسن شیبانی	(بالواسطہ)
" ۲۵۔ ہدایہ	برہان الدینؒ علی بن ابی بکر المرغینانی	(مکتبہ رحیمیہ۔ دیوبند)
" ۲۶۔ فتح القدیر	محقق کمالؒ الدین ابن الہمام	(مطبوعہ پاکستان)
" ۲۷۔ بدایۃ المجتہد	ابن رشیدؒ المالکی	(مطبعہ "الاستقامۃ" مصر)
" ۲۸۔ فتاویٰ ابن تیمیہ	شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ	(مکمل وجامع۔ سعودی عرب)
" ۲۹۔ البحر الرائق	زین الدینؒ ابن النجیم	(مطبعہ علمیہ۔ طبعہ اولیٰ)
" ۳۰۔ الاشباہ والنظائر	جلال الدین سیوطیؒ	(دار احیاء الکتب العربیہ مصر)

فقہ ۳۱-	الاشباہ والنظائر	زین الدین ابن نجیم	(مطبوعہ مجتبائی نجیم)
" ۳۲-	حاشیۃ الحموی	علامہ احمد الحموی	(برحاشیۃ الاشباہ لابن نجیم)
" ۳۳-	الفتاوی الہندیہ (عالمگیری)	شہنشاہ اورنگ زیبؒ کے حکم سے مرتب کردہ	(المطبعۃ الکبری الامیریہ۔ بولاق)
" ۳۴-	الدر المختار	علاء الدین الحصکفی	(برحاشیہ ردالمختار، مکتبہ نعمانیہ۔ دیوبند)
" ۳۵-	ردالمختار	علامہ ابن عابدین شامی	(مکتبہ نعمانیہ دیوبند)
" ۳۶-	فتاوی دارالعلوم دیوبند۔	حضرت مولانا مفتی عزیزالرحمٰنؒ و مفتی محمد شفیع	(کتبخانہ امدادیہ دیوبند)
" ۳۷-	امداد الفتاوی	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	(ادارۂ اشرف العلوم کراچی)
" ۳۸-	مکتوبات شیخ الاسلام	حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی	(پہلا اڈیشن)
" ۳۹-	اشباع الکلام	حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ	(مشمولہ فتاوی دارالعلوم دیوبند)
" ۴۰-	جواہر الفقہ	"	(عارف کمپنی۔ دیوبند)
" ۴۱-	سود	سید ابوالاعلیٰ مودودی	(مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی)
" ۴۲-	"البحث العلمی"	ڈاکٹر مصطفیٰ الزرقا رشامی	(سائیکلو اسٹائیل کاپی)
" ۴۳-	فتاوی رحیمیہ	مولانا سید عبدالرحیم لاجپوری	(پہلا اڈیشن)
" ۴۴-	فقہ الزکاۃ	ڈاکٹر یوسف القرضاوی	(دارالارشاد۔ بیروت۔ طبعۂ اولی)
" ۴۵-	تجارتی سود	ڈاکٹر فضل الرحمٰن گنوری	(مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

قرن اول کا ایک مدبّر

ایک حوصلہ مند عرب مدبر کی زندگی کا تحقیقی جائزہ جس نے اہل بیت کی حمایت اور ان کی شہادت کے انتقام کی مہم چلا کر موالی اور غلاموں کو عربوں کے سیاسی و معاشی استبداد سے نکالنے کی تحریک اٹھا کر اور مذہبی بہروپ بھر کر پہلی صدی ہجری (ساتویں صدی عیسوی کے دہائی ثالث) میں حکومت قائم کی تھی۔ ضخامت ۲۴۴ صفحات سائز ۱۸×۲۲/۸ قیمت مجلد -/۶ روپے

عالمِ اسلام میں سائنس کے زوال کے اسباب اور اس کے احیاء کے شرائط

جناب ڈاکٹر عرفان احمد لکچرر شعبۂ طبعیات، شبلی نیشنل پوسٹ گریجویٹ کالج - اعظم گڈھ

اسلام کی نظر میں سائنس کی اہمیت

اسلام میں علم و حکمت کی جو اہمیت ہے اور اس کے حصول پر جو زور دیا گیا ہے اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جو پہلی وحی نازل ہوئی وہ پڑھنے لکھنے اور تحصیل علم سے متعلق تھی۔ دمشق یونیورسٹی کے ڈاکٹر محمد اعجاز الخنیب کا خیال ہے کہ اس سے زیادہ اور کسی ثبوت کی ضرورت نہیں کہ قرآن میں صرف ۲۵۰ آیتیں ایسی ہیں جو قوانین سے متعلق ہیں اس کے مقابلہ میں ۷۵۶ آیتوں یعنی قرآن کریم کے تقریباً آٹھویں حصّہ میں ایمان لانے والوں سے کہا گیا ہے کہ وہ غور کیا کریں۔ اپنی عقل کا بہترین استعمال کریں اور سائنس کے چرچے کو اپنی تہذیب کا لازمی حصّہ بنائیں۔ قرآن میں جہاں تشکیل کائنات اور مظاہر فطرت کا ذکر آتا ہے خواہ وہ ارض و سماء کی آفرینش سے متعلق ہو، یا رات دن کے اختلاف کے بارے میں ہو، سورج چاند ستاروں سے متعلق ہو، یا ہواؤں اور بارش کے بارے میں، نباتات یا حیوانات سے متعلق ہو یا ان کی مختلف انواع و اقسام اور ان کی تسخیر و تصرف کے بارے میں۔ وہاں پر بسا اوقات یہ بھی ارشاد ہوتا ہے کہ ان میں مشاہدہ مطالعہ اور تحقیق کے لیے ان لوگوں کے لیے واضح نشانیاں ہیں جو اشیاء و موجودات کی ماہیت، ساخت و تشکیل اور ان کی کارپردازی (FUNCTIONS) اور افادیت میں تدبر اور غور و فکر کرتے ہیں ۔ "اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ -" یعنی بہ الفاظ دیگر اس امر کی بار بار تلقین کی گئی ہے کہ مظاہر فطرت کا مشاہدہ کیا جائے۔ ان کا مطا

کیا جائے اور ان پر تحقیق کی جائے۔ کائنات اور قانونِ قدرت کا جو اس کائنات کے وجود کا ذمہ دار ہے علم حاصل کیا جائے۔ نظامِ عالم اور اشیائے موجودات کے اسرار و رموز کا انکشاف کیا جائے تاکہ ان قوتوں کو جو اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ارشادات کے مطابق انسانی عقل و دسترس سے (بشرطِ کوشش) باہر نہیں رکھے بنی نوع انسان کی نشوونما اور فلاح و بہبود کے لیے مسخر کیا جائے۔ قرآن میں تو یہاں تک ارشاد ہوا کہ جس کسی کو حکمت و دانائی عطا کی گئی اس کو یقیناً ایک نعمتِ عظمیٰ مل گئی۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی متعدد احادیث میں علم و حکمت کی فضیلت بیان فرماتے ہوئے علم کو اپنا ہتھیار قرار دیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ علم و حکمت کی مدد سے انسان نہ صرف اپنی ضروریاتِ زندگی فراہم کرسکتا ہے بلکہ اپنی مخالف اور مافوق قوتوں پر تسلط بھی حاصل کرسکتا ہے۔ ایک حدیث میں نبی کریمؐ نے علماء کو (جن میں سائنس کے ماہرین بھی شامل ہیں) نبیوں کا وارث قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ عربی زبان میں سائنس کے لیے "علم" کے علاوہ اور کوئی لفظ نہیں۔ قرآن میں بھی عالموں یعنی سائنسدانوں اور دوسرے علوم کے جاننے والوں کی برتری جتائی گئی ہے:۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (الزمر ۹) آپ کہئے کیا علم والے اور جہل والے کبھی یکساں ہو سکتے ہیں۔

سائنس کے میدان میں مسلمانوں کا شاندار ماضی

اسلام کی اسی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ انسانی ذہن جس کو قدیم زمانہ میں کاہنوں اور پیشواؤں نے علم کی نعمت سے محروم کر رکھا تھا ہر قسم کی قید و بند سے آزاد ہوا۔ چنانچہ طلوعِ اسلام کے ساتھ ہی دنیا میں علم و حکمت کی روشنی پھیلنے لگی کیونکہ اسلام نے انسانی تاریخ میں پہلی مرتبہ بہ بانگِ دہل اعلان کیا کہ ہر فردِ ملت کو نہ صرف تحصیلِ علم کا حق ہے بلکہ یہ اس کا فریضہ ہے کہ علم جہاں سے مل سکے حاصل کرے۔ اس طرح ذہن اور فکر کا یہ پہلا انقلاب تھا جو اسلام نے برپا کیا اور یہی انقلاب بعد کے دوسرے تمام انقلابوں کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ اسلام کی اسی تعلیم و تلقین کی بدولت فرزندانِ توحید نے سابقہ ادوار میں علوم و فنون کے تمام موجودہ ذرائع سے نہ صرف استفادہ کیا بلکہ خود اپنے انکشافات اور تحقیقات کی بدولت ان میں نہایت

کر مختلف انکشافات سے انجام دیتے۔ موجودہ زمانے کے مروجہ علوم و فنون کا شاید ہی کوئی شعبہ ہوگا خواہ وہ علم کیمیا سے تعلق رکھتا ہو، یا علم ریاضی سے، طبیعات سے یا علم نجوم سے، علم طب سے یا علم جغرافیہ سے، علم نباتات سے یا علم حیوانات سے، فلسفہ سے یا مابعد الطبیعات سے، یا تاریخ اور معاشیات سے جس کی بنا اور جس میں اولین نمایاں کارکردگی کسی جابر بن حیان، کسی الخوارزمی، کسی البیرونی، کسی ابن ہیثم، کسی خیام، کسی فرغانی، کسی البطلانی، کسی الرازی، کسی ابن سینا، کسی مسعودی، کسی دیناوری، کسی غزالی، کسی ابن رشد، کسی فارابی، یا ایسے ہی بیسیوں مشاہیر اسلام کی رہین منت نہ ہو۔ چنانچہ آج جہاں دنیا اور طرح طرح کے اختلافات کی شکار ہے اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ جدید سائنس کی بنیاد کا سہرا اسلامی تعلیمات کے نتیجے میں مسلم علماء کے سر ہے۔ سائنسی انکشافات کی تاریخ میں جو مختلف ادوار آتے ہیں ان کی تھوڑی اور وضاحت شاید بے محل نہ ہو۔ جارج سارٹن (GEORGE SARTON) نے اپنی شہرۂ آفاق پانچ جلدوں پر مشتمل "تاریخ سائنس" میں سائنسی کارناموں کی تاریخ کو نصف صدی کی اکائیوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر نصف صدی کے کارناموں کو ایک مرکزی شخصیت سے منسوب کیا ہے چنانچہ ۴۵۰ ق م لغایت ۴۰۰ ق م کو وہ افلاطون کا زمانہ کہتا ہے۔ اس کے بعد کی نصف صدیوں کو ارسطو، اقلیدس، ارشمیدیس وغیرہ سے علی الترتیب منسوب کیا گیا ہے۔ ۶۰۰ء لغایت ۷۰۰ء چینی علماء ہیون سانگ اور آئی چنگ کا زمانہ ہے۔ اس کے بعد ۷۵۰ء سے ۱۱۰۰ء تک یعنی ساڑھے تین سو سال کا مسلسل زمانہ عرب، ترک، افغان اور اہل ایران کا زمانہ ہے۔ ان سب کا تعلق عالم اسلام سے تھا ۱۱۰۰ء کے بعد پہلی بار یورپی علماء جیسے راجر بیکن (ROGER BACON) کا نام آتا ہے۔ اس اعزاز میں بھی ابن رشد، نصیر الدین طوسی اور ابن نفیس برابر کے شریک ہیں۔ یہ وہی ابن نفیس ہیں جنھوں نے ہاروے (HARVEY) سے کئی سو برس قبل دوران خون کا نظریہ دیا تھا۔ البتہ ۱۳۵۰ء کے بعد دنیائے اسلام سائنس کی اس دوڑ میں عام طور سے پیچھے رہ جاتی ہے۔ بجز ان ایک آدھ درخشاں ستاروں کے جو کبھی کبھی نظر آجاتے ہیں۔ جیسے ۱۴۳۷ء میں تیمور کے پوتے الغ بیگ کا دربار جہاں خود الغ بیگ علماء کے ساتھ علم الہیئت پر سرگرم مناظرہ اور تحقیق میں ڈوبا دکھائی دیتا ہے۔ یا پھر ۱۸۲۰ء میں

دربار مغل میں زائچہ محمد شاہی کی تیاری جس میں یورپ کے مستند جدول کی بھی ڈگری زاویہ کی حد تک تصحیح کی گئی۔ لیکن باوجود ان اکا دکا کارناموں کے سائنسی جستجو و تحقیق کا جذبہ سرد اور اس کی طرف عام رجحان کمزور پڑ چکا تھا اور اب ایک طویل عرصے سے روایت پرستی اور جمود کی کیفیت ہو چکی تھی۔

اسلامی دنیا میں سائنس کے زوال کی وجہ

ان مشاہیر علماء کے کارنامے ہمارا نہایت قیمتی ورثہ ہیں اور ہم ان پر بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں لیکن یہ سوال اٹھانا بے جا نہ ہوگا کہ کیا وجہ ہے کہ گذشتہ کئی صدیوں میں عالم اسلام نے علمی دنیا خصوصاً سائنس میں کوئی قابل ذکر کارنامہ انجام نہیں دیا اور تحقیق تجسس کی روح جو مسلمانوں نے ہی اقوام عالم میں پیدا کی تھی وہ خود ان کی ذات میں کئی صدیوں سے کیونکر خوابیدہ رہ گئی۔ اس حقیقت سے آج کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ یہ مسلمانوں ہی کی تعلیمات کا نتیجہ تھا کہ مغربی دنیا میں احیائے علوم کی تحریک زور پکڑ گئی اور اقوام مغرب نے موجودہ علوم و فنون کی عمارت کو ان ہی بنیادوں پر استوار کرنا شروع کیا جو مسلمانوں نے رکھی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اقوام مغرب اس میدان میں ہم سے نہ صرف بہت آگے نکل گئیں بلکہ اس کی بدولت ہم پر عرصۂ دراز تک اپنا تسلط بھی قائم رکھا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ؎

وہی آب و گل ایراں وہی تبریز ہے ساقی　　　نہ اٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں سے

یہ سوال بہت عمیق مطالعہ کا طالب ہے۔ کیونکہ فی زمانہ یہ ہمارے لیے موت و حیات کا مسئلہ ہے۔ اگر ہم نے اس بے عملی کے اسباب و وجوہات کا صحیح طور پر تعین نہ کیا اور پچھلی خامیوں اور کوتاہیوں کو رفع کر کے احکام الٰہی اور تلقین نبوی کی مطابقت میں تحصیل علم کے ذریعے تسخیر کائنات کا عمل پھر شروع نہ کیا تو یہ ناممکن ہے کہ امت مسلمہ اقوام عالم کی محفلوں میں پھر دوبارہ فخر سے سر اٹھا کر چلنے کے قابل ہو سکے گی۔

ایک وجہ اس جمود و بے حسی کی یہ بتائی جاتی ہے کہ جب تک مسلمان علم و فن کے میدان میں راہبری کرتے رہے ان کی سیاسی برتری بھی قائم رہی اور کرۂ ارض کے ایک عظیم خطہ پر ان کا سکہ بھی چلتا رہا لیکن جیسے جیسے مختلف ملکوں کی حکومت ان کے ہاتھ میں آتی گئی اور سامان عیش و عشرت ان کے پاس جمع ہوتا گیا تو علم کی تلاش میں محنت و مشقت کی عادات ان سے چھوٹتی چلی گئیں اور علمی دنیا کی رہبری ختم ہو جانے کے باعث

سیاسی دنیا کی لیڈری سے بھی ہاتھ دھونا پڑا اور تقریباً تمام اسلامی دنیا مغربی اقوام کی محکوم ہوگئی۔ یہ وجہ میرے خیال میں کچھ زیادہ صحیح نظر نہیں آتی کیونکہ اگر سامانِ عیش و عشرت کی فراوانی کو تلاش علم و ذوق جستجو کی تنزلی کا سبب گردانا جائے تو کیا وجہ ہے کہ یہی عنصر مغربی معاشرہ میں کارفرما نہیں۔ کیا وہاں عیش و عشرت کے لوازمات اور مواقع کی ابھی کچھ کمی باقی ہے؟

اس میں شک نہیں کہ عالم اسلام کا سائنس کی دوڑ میں پیچھے رہ جانے میں بہت سی خارجی وجوہات بھی تھیں جیسے منگولوں کی لائی ہوئی تباہ کاری۔ لیکن غالباً یہ تباہ کاری محض عارضی رکاوٹ تھی۔ چنگیز کے ساٹھ برس بعد اس کے پوتے ہلاکو نے مراغا (MARAGHA) میں ایک رصدگاہ بنوائی۔ میرے خیال میں عالم اسلام سے دنیائے سائنس کے رخصت ہونے میں داخلی وجوہات کارفرما تھیں۔ ان وجوہات کا تفصیلی جائزہ تو اس مختصر سے مضمون میں ممکن نہیں لیکن میں ابن خلدون کی تحریروں سے ایک اقتباس ضرور پیش کرنا چاہونگا جس سے مسلمانوں کے تغافل کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ بلاشبہ ابن خلدون تاریخ و تمدن کے ممتاز ماہروں اور عظیم ترین دانشوروں میں سے ایک تھے۔ انھوں نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف "مقدمہ" میں لکھا کہ:-

> "ہم نے حال میں سنا ہے کہ فرنگیوں کے ملک بحر روم کے شمال ساحل کے علاقوں میں طبیعاتی فلسفہ کا بڑا چرچا ہے۔ اس کی تعلیم مختلف درجوں میں باربار دی جاتی ہے اور ان علوم کی تشریح مفصل کی جاتی ہے۔ ان کے جاننے والے بہت ہیں اور طلباء کی تعداد بھی بے شمار ہے۔ واللہ اعلم۔ لیکن ہم اتنا جانتے ہیں کہ ان علوم سے ہماری مذہبی معلومات میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا اس لیے ان سے دور ہی رہنا بہتر ہے۔"

ملاحظہ فرمایا آپ نے۔ ابن خلدون کو کوئی تجسس نہیں ہوا۔ بس ایک بے رخی کی کیفیت تھی جو کھلی ہوئی مخالفت سے زیادہ مختلف نہیں تھی۔ اس بے رخی کا لازمی نتیجہ علمی دنیا سے علیحدگی تھا۔ الکندی کی روایت (جو انھوں نے آج سے گیارہ سو سال پہلے لکھا تھا) کہ "ہم لوگوں کو زیب نہیں دیتا کہ سچ کو تسلیم کرنے میں شرم محسوس کریں بلکہ اسے تو بلا امتیاز ماخذ شوق سے قبول کرنا چاہئے۔